مغرب کا تصور مساوات اور اسلام

*نوید اقبال انصاری

**محمد کاشف

ABSTRACT

The title of article "Critical study of contradiction in the Anti-Islamic western concept of equality" is studying the concept of equality, as the term of 'equality' seems to be good and attractive but the question is that is it practically possible? Different schools of thought have different views of equality and there is a huge disagreement between their views that which type of equality should be impose in the society. In this context Negel raises a question that, what is equality? How can it be understood? Although we know that humans cannot be completely similar they differ in their intelligence, beauty, height, strength, hair color, birth place and in many other issues. According to Collins dictionary of philosophy equality means similarity, for example, equality in opportunities, equality in earning, and equality in rights e.t.c. On the other hand absolute equality means equality in all conditions. According to Cambridge dictionary, equality is the right of different groups of people to have a similar social position and receive the same treatment. Amyrta Sen presents an example for equality that, if the incomes of every person would be equal then that would be an unequal situation because every person performs different task. According to ex-president of American Political Science Association Professor Dowell, it won't be useful if equality would be made standard.Actually in Western philosophy, concept of equality has been divided into two types;(1)Absolute equality (2)Conditional equality. An analysis and critical view in this perspective has been given in the following article so that the actual concept and term of equality could be understood.

Keywords: Concept of equality, Problem of equality, Equality vs freedom, Diversity of equality, Variablity of equality.

جب ہم مساوات کی بات کرتے ہیں تو بنیادی طور پر دو یا دو سے زیادہ افراد کا موازنہ کرتے ہوئے انھیں مساوی قرار دینے کا دعویٰ کیا جاتا ہے یعنی جب لفظ مساوی استعمال کیا جاتا ہے تو اس کہ مفہوم کی وسعت میں لفظ "ایک جیسے" لازمی طور پر شامل ہوتا ہے۔ 'کولنس ڈکشنری آف فلاسفی' کے مطابق مساوات سے مراد ایک جیسا ہے مثلاً مواقع میں مساوات، آمدن میں مساوات اور استحقاق میں مساوات وغیرہ جبکہ مطلق مساوات سے مراد تمام قابل فہم معاملات میں مساوات ہے۔[1]

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ ابلاغ عامہ، جامعہ کراچی

ریسرچ اسکالر، شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی

مساوات میں بنیادی طور پر میں اور وہ کا موازنہ کرتے ہوئے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ میں مکمل طور پر ''اُن جیسا'' ہوں یا مکمل طور پر ''وہ مجھ جیسے'' ہیں۔ ڈویگلاس مساوات کی دو اقسام کی تفہیم اس طرح کرتا ہے کہ (۱) منصفانہ عدل (۲) ایک جیسا یا یکساں ہونا ہے۔[۲]

نوبل انعام یافتہ ماہر معاشیات امریتا سین لکھتا ہے کہ جب مساوات کی اصطلاح کی تفہیم کی جاتی ہے تو اس کے لیے ایک مخصوص جگہ متعین کی جاتی ہے۔ انسان مختلف تناظر میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں ہم بیرونی عوامل میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں ہماری زندگی کی شروعات، مختلف موروثی لیاقت و جبلی صلاحیتوں کی ذمہ داریوں اور دولت کے باعث مختلف ہوتی ہیں۔ ہم مختلف فطری ماحول میں رہتے ہیں، جن معاشروں سے تعلق رکھتے ہیں ان میں ایک دوسرے سے انتہائی مختلف مواقع ہوتے ہیں کہ ہم کیا کرسکتے ہیں اور کیا نہیں کرسکتے۔ ہمارے خطے کے وبائی اثرات سے صحت اور انسان متاثر ہوتے ہیں۔ ان معاشرتی، ماحولیاتی، فطری اور بیرونی اختلافات کے علاوہ ہم میں کئی مختلف نوعیت کے ذاتی اور اندرونی اختلافات یعنی عمر میں، جنس میں، جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں میں ایک دوسرے سے تضاد ہوتے ہیں۔ جو عدم مساوات کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتے ہں۔ مختلف مکاتیب فکر میں مساوات سے متعلق بنیادی نوعیت کے اختلافات ہیں کہ معاشرے میں کس نوعیت کی مساوات ہونی چاہیے۔ اگر مساوات کا مطالبہ اس سوال کو نظر انداز کر کے کیا جائے کہ مساوات کس چیز میں ہو تو اس کا مطلب ہے کہ کسی بھی مخصوص چیز کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ ہماری جسمانی اور معاشرتی خصوصیات ہمیں بہت متنوع حیوان بناتی ہیں، ایک انسان دوسرے انسان کے مقابلے میں عمر، جنس، جسمانی و ذہنی قوت میں، دانشورانہ صلاحیت، موسمی اثرات، موروثی و وبائی بیماری کے حملوں میں، معاشرتی گرد و پیش اور بہت سے دوسرے پہلوؤں میں تفریق رکھتا ہے، ایک غریب شخص کی غذائی قلت سے آزادی و نجات کے لیے صرف وسائل اور پرائمری گڈز اور آمدنی میں اضافہ پر انحصار نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے استحصال کا تناسب، جنس، حاملہ ہونا، موسمی ماحول، طفلی بیماریاں اور بہت کچھ پر توجہ دینی ہوگی۔[۳] جب بیماریوں کا تصور و اعداد و شمار پیش کیے جاتے ہیں تو اس کا مطلب بالکل واضح ہوتا ہے کہ لوگ اب صحت کی سطح پر مساوی نہیں رہے ہیں۔

جب صرف ایک ہی طرح کے بے جان وجود کا مشاہدہ کریں تو واضح ہوتا ہے وہ بھی بظاہر ایک جیسے ہوتے ہوئے بھی ایک جیسے نہیں ہوتے ہیں تمام اقسام کے پتھر خصوصیات و افادیت میں ایک جیسے نہیں ہوتے ایک قسم کے پہاڑی پتھر (روڑی) سڑک کے لیے معاون ہوتے ہیں تو دوسری قسم کے پتھر کنکریٹ چھت کے لیے مفید ہوتے ہیں جبکہ ایک قسم کا پتھر (سنگ مرمر) فرش کو دلکشی فراہم کرتا

ہے اور ان پتھروں میں بھی ایک جیسی خصوصیات نہیں بلکہ کچھ سنگ مرمر ٹھنڈی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں تو کچھ گرم خاصیت کے۔ایک قسم کا پتھر (ہیرا) دنیا کا قیمتی ترین ہوتا ہے اور اس میں بھی اپنی نوعیت کی خاصیت اور سائز خوبصورتی کے باعث اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے نیز اگر ان پتھروں سے کوئی تقدس وابستہ ہوجائے تو وہ پتھر دنیا کے تمام پتھر سے ممتاز اور غیر مساوی اور مقدسانہ ہوجاتا ہے جیسا کہ مسلمانوں میں حجر اسود کو پتھر ہونے کے باوجود انتہائی اعلیٰ و قابل احترام مقام حاصل ہے۔ وہ دنیا کے تمام پتھروں کو اپنی انفرادیت،خصوصیات اور قیمت کے باوجود حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ باالفاظ دیگر مسلمانوں کا پتھر حجرہ اسود و دیگر پتھروں میں مساوات نہیں، اسی طرح اگر کھجوروں کو دیکھا جائے کہ مسلمانوں میں عجوہ کھجور اپنی زیادہ قیمت اور کم ذائقہ دار ہونے کے باوجود رسول اللہؐ کی نسبت کے باعث جو اعلیٰ مقام حاصل ہے وہ دیگر کھجوروں کو زیادہ خوش ذائقہ دار اور کم قیمت ہونے کے باوجود وہ مقام حاصل نہیں ہے۔اسی طرح مٹی کا مشاہدہ کریں تو کہیں کی مٹی چکنی ہوتی ہے کہیں کی زرخیز، کہیں سیم و تھور زدہ، کہیں ریتیلی ہے اس طرح اگر ان مٹی میں تقدس شامل ہوجائے۔ جیسا کہ ہندو ان مٹی سے بت بناتے ہیں تو ان کے نزدیک وہ مٹی کی مورتی تمام دنیا کی مٹی سے زیادہ مقدس اور دیگر مٹی کے جیسی نہیں رہتی۔ اہل تشیع کے نزدیک کربلا کی مٹی کو تقدس کے باعث اونچا مقام حاصل ہے۔اسی طرح دنیا بھر میں پانی کہیں کھارا تو کہیں میٹھا کہیں دریائی، کہیں برساتی اور کہیں چشموں کا پانی نیز ان پانی سے تقدس وابستہ ہو تو وہ پانی بھی دنیا کے تمام پانیوں سے ممتاز اور دیگر کے غیرمساوی ہوجاتا ہے جیسا کہ مسلمانوں کے لیے آب زم زم ایک تقدیس کا حامل پانی ہے اور یہ دنیا کہ تمام پانیوں سے ممتاز ہے اسی طرح ہندوؤں کے لیے گنگا اور جمنا ایک مقدس پانی کی حیثیت کا حامل ہے۔ بنیادی طور پر کسی شے سے کوئی احترام، تقدیس، محبت، نفرت، بے رغبتی وغیرہ وابستہ ہو جانے سے وہ شے کسی اُس جیسی ہی چیز کے مساوی نہیں رہتی جیسے کہ یہودیوں کے لیے دیوارِ گریہ انتہائی مقدس ہے، جبکہ وہی جگہ عیسائیوں کے لیے بھی مقدس ہے اور مسلمانوں کا بیت المقدس و قبلہ اوّل بھی ہے۔

اس حوالے سے نیگل (Negel) سوالات اُٹھاتا ہے کہ مساوات کیا ہے؟ اسے کیسے سمجھا جائے؟ جبکہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ انسان ہر دائرے میں مساوی نہیں ہیں افراد ایک دوسرے سے عقل، خوبصورتی، قد، طاقت، بالوں کے رنگ،پیدائش کے مقام، شعوری مزاج، اور بہت سے معاملات میں

ایک دوسرے سے مختلف ہیں، یہ انتہائی مضحکہ خیز دلیل ہوگی کہ تمام لوگوں کو مطلق مساوی ہونا چاہیے۔مکمل مساوات ایک غیر اہم نعرہ ہو چکا ہے۔[۴]

ہائیک لکھتا ہے کہ ایک نیا پیدا ہونے والا بچہ اپنا مخصوص جین اور جین پیٹرن رکھتا ہے جو کہ اس کے بڑے ہونے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اس کا فطری نتیجہ ہوتا کہ ممکن ہو کہ وہ نیا پیدا ہونے والا بڑاہوکر اپنی زندگی میں ایک عظیم مرد اور عورت بنے ہر ایک معاملے میں مرد و زن ایک مختلف انفرادیت قائم کرتے ہیں۔۔۔اگر لوگوں کے اختلافات بہت زیادہ اہمیت کے حامل نہیں تو آزادی بہت زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہوسکتی، اور انفرادیت کے تصور کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے۔[۵] آکسفرڈ ڈکشنری آف فلاسفی میں لکھا ہے کہ انسانوں کی مختلف نسلوں میں واضح حیاتیاتی تفریق ہے اسی طرح بالکل واضح حیاتیاتی فرق مرد اور عورتوں کے درمیان ہے۔[۶] (مساوات کے تصور میں بنیادی طور پر یہ شامل ہے کہ انسانوں میں موروثی، جینیاتی اور جغرافیائی فرق کے باوجود کن چیزوں میں مساوات کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔یہی اہم نکتہ، جس کی تفصیل سے وضاحت ضروری ہے۔مدیر)

ماہر نفسیات، فورڈہم یونیورسٹی کے پروفیسر این انستاسی اپنے مضمون انفرادی اختلافات میں تحریر کرتا ہے کہ نفسیات میں بعض اوقات شخصیت کی اصطلاح سے فرد من حیث الکل مراد ہوتا ہے یعنی اپنی تمام کرداری خصوصیات کا مرکب نمونہ۔اگر جنس کو کل فوقی کے طور پر لیں تو عموماً دو اقسام ہوتی ہیں اکثر اشخاص یا مذکر ہوتے ہیں یا پھر مونث، اور کچھ مخنث ہوتے ہیں ان میں کچھ تذکیر کی طرف مائل، کچھ ثانیت کی طرف مائل، کچھ نصف نصف۔شاذ بین بین ہوتے ہیں۔عورتیں، اوسطاً مردوں سے قد میں چھوٹی ہوتی ہیں اگرچہ سب سے زیادہ قد آور عورت اوسط مرد سے بہت زیادہ لمبی ہوتی، اور اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔[۷]

جسم کی مساوات میں مقصدیت کا فرق انتہائی اہم ہے جیساکہ مغربی لبرل فکر کے بانی جان لاک نے نجی ملکیت پر گفتگو کرتے ہوئے ایک بنیادی فلسفہ دیا جو کہ تمام حقوق انسانی کی بنیاد بھی ہے کہ میرا جسم میری ملکیت ہے۔لہٰذا اس جسم سے ہونی والی آمدن پر صرف اور صرف میرا حق ہے۔اور اس جسم کے استعمال کا حق بھی مجھے میسر ہے اس جسم کے اعضاء، ہاتھ، پیر، دماغ کے استعمال و محنت کرکے جو کچھ کماتا ہوں میرے اعضا کی کمائی ہے اور میرے اعضاء میری ملکیت ہیں تو میری ملکیت پر کسی دوسرے کا حق کیسے ہوسکتا ہے ان پر حکم و فکر کی حکمرانی بھی میرے حکم و حکمرانی کی ہوگی۔[۸]

اس فلسفہ کی بنیاد پر طوائفوں کو جو کہ تمام تہذیبوں میں قابل مزمت و قابل نفرت پیشہ رہا ہے کو قابل عزت و دیگر پیشوں کی طرح قابل قدر و احترام بنانے کی کوشش کی جاتی ہیں کیوں کہ ایک مخنث اور طوائف اپنی شرمگاہ کا استعمال کرتے ہوئے محنت کرتے ہیں جیسا کہ دیگر افراد وخواتین اپنے ہاتھ پاؤں و دیگر اعضاء کا استعما ل کرتے ہوئے محنت کرتے ہیں بالکل اسی طرح یہ بھی صرف محنت کرتے ہیں اس لیے جس طرح دیگر پیشے اور ان سے وابستہ افراد قابل احترام ہیں تو اس پیشے کو بھی قابل قدر سمجھنا چاہیے اس لیے ان لوگوں کے لیے طوائف کا لفظ غلط ہے بلکہ ان کے لیے ایک قابل قدر لفظ سیکس ورکر استعمال کرنا چاہیے۔

جبکہ مذہبی تعلیمات اس کے برخلاف ایک اپنی علمیت رکھتی ہیں اور وہ فرد کو انفرادی واجتماعی سطح پر یہ ایمانیات راسخ کرتی ہے یہ جان و مال وملکیت خدا کی عطا کی ہوئی ہے اور یہ انسانوں کے پاس امانت ہے اور روزِ محشر ہر شخص سے اس کی بابت سوال ہوں گے۔اسلامی تعلیمات واضح طور پر زکوۃ، عشر، صدقات، خیرات وغیرہ کے تصورات کے ذریعے عوام میں راسخ کرتی ہے کہ یہ ملکیت صرف تمھاری نہیں ہے بلکہ خدا کی امانت ہے۔ الغرض اسی طرح انسانی جسم واعضاء ملکیت و افعال کے مقاصد بھی واضح طور پر بیان کیے گئے کہ یہ خدا کی ملکیت ہے اور ہر اعضاء الگ الگ روز محشر اپنے افعال کا جواب دہ ہو گا۔

مذکورہ گفتگو سے بھی واضح ہے کہ بظاہر ایک جیسے و مساوی جسم و اعضاء بھی اپنے مقاصد و ملکیت و افعال کی بنیاد پر مختلف ہوتے ہیں اور ان میں یکسانیت کے باوجود قطعی مساوات نہیں ہے ایک طوائف کے جسم کا استعمال اور ایک عام گھریلو عورت کا اپنے شوہر کو سپردگی میں مساوات نہیں ہوتی ہے ایک عام دنیادار مسلمان عورت بھی شرم و حیاء کا ایک مقام رکھتی ہے اس میں اور طوائف کے افعال میں نسبت و مساویت ممکن نہیں۔

نوبل انعام یافتہ امریتا سین مساوات کے حوالے سے مثال پیش کرتا ہے کہ سب کی مساوی آمدنی بھی عدم مساویت کو فروغ دیتی ہے ایک معذور شخص اس طرح فنکشن نہیں کرسکتا جس طرح ایک تندرست شخص عمل کرتا ہے چاہئے دونوں کی آمدنی مساوی ہو۔لوگوں کو جو مفید اور غیر مفید صورتحال میسر رہیں ان کو ایک دوسرے سے موازنہ کیا جائے اور انہیں مختلف متغیرات پر پرکھا جاسکتا ہے۔مثلاً ان کی آمدنی، دولت، افادیت، سہولیات،وسائل،آزادیاں، حقوق، معیار زندگی اور بہت سے

متغیرات۔ اگر تمام لوگ آمدنی میں مساوی ہوچکے ہوں یعنی ایک مخصوص اسپیس میں تو پھر باہمی مناسبت سے دیگر مساوات (صحت، بہبود، خوشیوں) کا کیا؟ انسانی تنوع کا لازمی نتیجہ ہے کہ اگر ایک مخصوص خانے میں مساوات ہوگی تو حقیقت میں دوسری طرف عدم مساوات ہوجائے گی. مختلف اسپیس میں مساوات کا تعلق انسانی فطرت کے تنوع سے ہے کیونکہ ہم بہت زیادہ متنوع ہیں اس لیے ایک مخصوص خانے میں اختیار کی جانے والی مساوات، دوسرے اسپیس میں عدم مساوات کے فروغ کا باعث ہوجاتی ہے۔ قابل توجہ اعداد شمار دستیاب ہیں کہ تشدد سے اموات میں مرد حضرات کی شرح اموات زیادہ ہے جیساکہ امریکا میں بھی ہے اسی طرح جنگوں کے دوران بھی مردوں کی شرح اموات زیادہ ہے لیکن اس حوالے سے خواتین کی اموات شرح کم ہیں جبکہ جنوبی افریقہ اور ایشیا میں خواتین میں شرح امراض و اموات زیادہ ہے۔ ہرملک میں عدم مساوات کے حصول کے اثرات نمایاں ہیں۔ امریکا میں جی این پی ۲۰۹۱۰ ڈالر اور عمر کی شرح ۷۶سال ہے جبکہ کوسٹاریکا کی جی این پی ۱۷۸۰ ڈالر ہے اور عمر کی شرح ۷۱ سال ہے۔ اسی طرح انڈیا کے اندر کیرالہ ایک انتہائی کم فیصد آمدنی والی ریاست ہے مگر عمر کی شرح ۷۰سال ہے جبکہ مکمل انڈیا میں عمر کی شرح ۵۷ سال ہے اور کیرالہ کے تعلیم کی شرح ۹۱ فیصد کے ساتھ مکمل انڈیا کی تعلیم کی شرح ۵۲ فیصد میں سرفہرست ہے۔ اسی طرح کیرالہ کی خواتین کی تعلیم کی شرح ۸۷ فیصد ہے جبکہ مکمل انڈیا میں ۳۹ فیصد ہے۔ کئی ممالک میں جی این پی مثلاً جنوبی افریقا ۲۴۷۰ ڈالر، برازیل ۲۵۴۰ ڈالر، گیبن ۲۹۶۰ ڈالر اور اومان ۵۲۲۰ ڈالر ہے لیکن ان کی عمر کی شرح ۵۳ سے ۶۶ سال کے درمیان ہے جبکہ کم جی این پی والے ممالک چائنا ۳۵۰ ڈالر، سری لنکا ۴۳۰ ڈالر ہے لیکن عمر کی شرح ۷۰سال ہے۔[۹]

بطور فرد 'میں' میں قدم قدم پر تغیرات برپا ہورہے ہیں، کبھی بیمار ہوتا ہوں کبھی صحت مند، کبھی جذباتی، کبھی طفیلیت میں، کبھی لڑکپن میں کبھی جوانی کبھی ادھڑ عمر، ایک دور میں، 'میں' ا،ب،ت کا طالب علم ہوتا ہے تو ایک زمانے میں ادب کا عالم، یہ وہ تغیرات ہیں جو بطور 'میں' صرف اپنی ذات کے خول میں محدود ہوکر کے تسلسل سے تغیرات کو جلّہ بخش رہاہوں۔

امریتاسین اس طرح کے معاملات سے متعلق افراد و معاشرتی تغیرات کے لیے کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے مساوات کے تصور پر تفصیل سے گفتگو کرتا ہے کہ ہم داخلی خصوصیات میں بہت زیادہ تنوع کا شکار ہیں، عمر میں، جنس میں، عمومی قابلیت میں، مخصوص ذہانت میں اور بیماریوں وغیرہ میں۔

تصور مساوات کو دو مختلف قسم کے تنوع کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔(۱)انسانوں کی بنیاد میں مختلف العناصر کا ہونا (۲)ایسی تغیرات کا کثیر تعداد میں ہونا جن پر مساوات کو جانچا جائے۔یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ تمام اہم معاشرتی نظم و ضبط سے متعلق اخلاقی نظریات مساوات کی توثیق کچھ مرکزی تغیرات کی بنیاد پر ہوتی ہے اور یہ تغیرات ایک نظریئے کے مقابل دوسرے نظریئے میں بالکل مختلف ہوتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظریات مساوات کے مخالف ہوتے ہیں۔آزادی پسند لبرٹیرین مفکر نوزیک کی اولین ترجیح آزادی ہے۔اس لیے فروغ آزادی کے سامنے عقیدہ مساوات انسانی کی اہمیت کم ہے، اسی طرح مساوات پسند مفکرین ڈالٹن، ٹاؤنی،میادی وغیرہ کی اولین ترین ترجیح مساوات ہے اس لیے فروغ عقیدہ مساوات انسانی کے سامنے آزادی کم ترجیح پر ہے۔اس تناظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ مساوات اورآزادی کے درمیان کا تعلق ناقص، عیب دار و خرابی پر مبنی ہے۔لیبرٹیرین اس بات کی اہمیت کے متعلق سوچتے ہیں کہ لوگوں کو آزادی حاصل ہونی چاہے،لیکن اس سوچ کے ساتھ ہی فوراً سوال اُٹھتے ہیں کہ کن کو، کتنی،کس طرح اور کتنا مساوی؟[۱۰]

مذکورہ تجزیہ سے واضح ہوتا ہے کہ مغربی فلسفہ میں تصور مساوات اب دو اقسام میں تقسیم ہو چکا ہے جیسے(۱) مطلق مساوات اور(۲) مشروط مساوات کہا جاسکتا ہے۔

نیگل لکھتا ہے کہ یہ بالکل واضح ہے کہ مساوات کی مطلق مساوات کے طور پر تشریح کرنا واضح بیہودگی و حماقت ہے۔اگرمساوات ہے تو وہ ہمیشہ مخصوص تناظر میں ہوگی نہ کہ ہر تناظر میں اور ہر دائرہ کار میں۔اگر کوئی عقیدہ مساوات کو ایک حامی کے طور پر پیش کرتا ہے تو اسے خاص طور پر دریافت کرنا ہوگا کہ اس کی مساوات کے کیا معنی ہیں؟ اور کس تناظر میں ہیں؟ کیونکہ فلسفے کے نزدیک اکثر لوگ اپنی بنیادی ایمانیات پر سوالات اُٹھائے بغیر زندگی گزار دیتے ہیں۔[۱۱]

امریتا سین کے مطابق مساوات کا مرکزی نقطہ یا تھیوری میں صرف وہ ہی نافذ عمل ہوتی ہے جو کہ منہاج غالب کی بنیادی ضرورت ہے۔[۱۲] مساوات کے حامیوں کی مختلف بنیادیں ہیں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ ہم سب خدا کی نظر میں مساوی ہیں۔کانٹ کی ایمانیات کے مطابق عقل کے مساوی ہونے کی وجہ سے لوگ قابل قدر ہیں،افادیت پسندوں کے عقیدے کے مطابق تمام لوگوں کو مساوی طور پر دیکھ بھال کا بہترین طریقہ لذت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہے عقیدہ مساوات کے حامی چاہتے ہیں کہ

حکومت کو ایسی مساوات کو ترجیح دینی چاہیے جس کے باعث لوگ مساویانہ طور پر اپنی زندگیوں پر حکومت کر سکیں۔[۱۳]

جس معاشرے میں ہیرو، ہیروئن، خوبصورتی، بدصورتی، نسل پرستی اور ایسی تمام اشیاء اور تصور جن کی ضد ممکن ہے اس کا مطلب ہے اس معاشرے میں مساوات کا ہونا عملی طور پر ممکن نہیں ہے۔ لفظوں کو معنویت فرد کی طرزِ زندگی کی ما بعد الطبعیات سے ملتی ہے اور لفظوں کے مترادف (ضد) انھیں زیادہ با معنی اور اہم بنادیتے ہیں مثلاً لفظ "گورا" کے با معنی ہونا اوراس لفظ کی اہمیت لفظ "کالے" کے وجود سے ہے۔معروف ماہر نفسیات لارینس ایف لکھتا ہے کہ ایک مطالعہ سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ انگریزی زبان میں تقریباً اٹھارہ ہزار الفاظ ایسے ہیں جو کردار کی مختلف صورتوں کو موسوم کرتے ہیں یہ الفاظ ایسے کرداروں کی تخصیص کرتے ہیں جو لوگوں کی ایک بڑی تعداد میں مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں جیسے صحیح سرگرم یا فعال مستعد، چوکس اور نادر صفات بھی جن میں لاادری اور رجعتی شامل ہیں۔[۱۴] یعنی انسان کے کردار کی ایسی اٹھارہ ہزار اقسام ہیں جو لوگوں میں تفریق، تغیر اور غیر مساویت پیدا کرتی ہیں۔

تصور مساوات پر اتھارٹی سمجھے جانے والے دانشور پیٹر سنگر لکھتا ہے کہ نسل پرست، صنفی امتیاز کے حامی اور دیگر مساوات کے مخالفین یہ نکات سامنے لاتے ہیں کہ کوئی بھی ٹیسٹ کا انتخاب کرلیا جائے مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمام انسان مساوی ہیں۔کچھ لمبے ہوتے ہیں کچھ ریاضی میں اچھے تو کچھ خراب، کچھ دس سیکنڈ میں سو میٹر دوڑ سکتے ہیں جبکہ کچھ پندرہ سیکنڈ اور کچھ بیس سیکنڈ لگاتے ہیں، کچھ اراداتاً لوگوں کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے اور کچھ سو ڈالر کی خاطر قتل کر دیتے ہیں۔[۱۵]

نسل پرست دعویٰ کرتے ہیں کہ سفید، کالوں سے برتر ہیں، پیٹر کا کہنا ہے کہ کئی کالے ایسے ہوتے ہیں جو تمام معاملات میں سفید سے زیادہ بہتر ہوتے ہیں۔اسی طرح جب صنفی امتیاز کے حامی دعویٰ کرتے ہیں کہ عورتیں مردوں کے مقابلے میں زیادہ جذباتی، کم عقل، کم غصے والی اور کم مہم جو ہوتی ہیں۔پیٹر کہتا ہے کہ عورت کو مجموعی طور پر دیکھیں تو یہ دعویٰ صحیح نہیں کیوں کہ کچھ عورتیں مردوں کے مقابلے میں ایسی بھی ہوتی ہیں جو کم جذباتی، زیادہ عقلمند، زیادہ، غصے والی اور زیادہ مہم جو ہوتی ہیں۔ پیٹر کہتا ہے کہ انسان ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں مگر ان کے اختلاف کی بنیادی نسل یا جنس پر نہیں ہے۔[۱۶]

اگر مساوات کے تناظر میں مغرب کی فکر کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی مختلف فکر ایک دوسرے سے متصادم ہے اور ان کی فکر میں مساوات نہیں ہے تو ان فکر کو اختیار کرنے والوں میں مساوات کیسے ہوسکتی ہے۔مغرب میں اشتراکیت،لبرل، اور قوم پرستوں، فاشسٹ کے درمیان ہونے والی معرکہ آرائی کے نتیجے میں تاریخ کی سب سے زیادہ ہلاکتیں ہوئیں۔جس سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ ان فکر کے اختیار کردہ افراد میں مساوات نہیں تھی بلکہ ان کے درمیان تصور انسان، تصور آزادی، تصور ترقی، میں مماثلت ہونے کے باوجود ان کے ایمانیات (آزادی، مساوات،ترقی) کے صرف حصول کے طریقوں میں فرق کے نتیجے میں کروڑوں ہلاکتیں ہوئیں بلکہ ایک ہی نظریات اشتراکیت روسی و چینی بلاک بھی تضاد و عدم مساوات کا شکار رہی۔تصور مطلق مساوات جو کہ تصور 'ترقی' اور ہیگل کے منہاج "تاریخ کا سفر ہمیشہ آگے بڑھتا ہے اور ہر آنے والا زمانہ اور لوگ زیادہ عقلمند ہیں" کہ مکمل طور پر برخلاف ہے اور تاریک دور نشاۃ ثانیہ جیسی اصطلاح بذات خود فرد، معاشرت، علمیت، زمانے کے مطلق ہونے ہونے کے خلاف ہیں۔آکسفرڈ ڈکشنری آف فلاسفی کے مطابق عصر حاضر میں بہت زیادہ متنازعہ اور عظیم معاشرتی تصور، تصورمساوات ہے۔انسانوں میں مطلق و مکمل مساوات ناممکن ہے بلکہ اس کے حقیقی معنی ہیں عدم مساوات کوکم سے کم کرنا۔[۱۷]

لارینس ایف شخصیت کے حوالے سے لکھتا ہے کہ جس ثقافت میں کوئی شخص پرورش پاتا ہے وہ ثقافت اس کے شخصیتی خصائص پر وسیع ترین اثر ڈالتی ہے انفرادی شخصیتوں کے باہمی تعاملوں اور ان کے ثقافتی پس منظر وں کے باعث قدیم آدمی جدید آدمی کی طرح نہیں ہوتا اور بدائی قومیں مہذب قوموں کی طرح نہیں ہوتیں۔جدید مغربی آدمی ازمنہ قدیم کے یونانی سے نمایاں طور پر متضاد ہوتا ہے جدید ذہن کے لیے ازمنہ قدیم کی زمانی مکانی تشریح بالکل اجنبی ہے قدیم تہذیب کا آدمی مکمل طورپر زمانہ حال میں رہتا ہے وہ تاریخی نشوونما کا کوئی تعقل نہیں رکھتا۔قدیم یونان کے غیر تاریخی،بے زمانی، محدودبہ اعتبار مکانیت ذہن کے مقابلے میں وہ جدید آدمی ہے جسے زمانی امتیازات کا حسی شعور جس کا ایک تاریخی پس منظر ہے جدید آدمی جو کچھ ہے وہ اس لیے ہے کہ ایک خاص معاشرتی ماحول میں اس کا نشونما ہوا ہے۔ وہ ایک میکانی دنیا میں پرورش پاتا ہے۔ریل گاڑیاں اوقات نامے کے مطابق اور کارخانے کی گھڑی کے مطابق چلتے ہیں اور مدرسوں کے دروازے گھنٹی کی آواز پر کھلتے اور بند ہو تے ہیں بعض طلباء کو اپنے خیالات پر اعتماد ہوتا ہے اور وہ بحث میں بلا تامل حصہ لیتے ہیں دوسرے ممتنع

ہوتے ہیں وہ منہ سے آواز نکالتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں ایک طالب علم اپنے تفکر میں اس قدر اٹل اور بے لوچ ہوسکتا ہے کہ جو کچھ اس نے پہلے سے سوچ لیا ہو ایسے کوئی چیز تبدیل نہیں کرسکتی اور ایک طالب ایسا ہوسکتا ہے جو ہر وقتی خبط سے متاثر ہوجاتا ہواور جس میں آزادی اور قوت فیصلہ کی کمی ہو۔[۱۸]

طب میں سرجری کے شعبہ میں ترقی کے باعث مساوات کا تصور تو اب اتنا فرسودہ ہو چکا ہے کہ مرد و زن جب چاہیں اپنی جنس تبدیل کروالیں۔امریکا میں تقریباً ۱۰۰۰۰ مرد پر ایک مرد اور ۱۰۰۰۰۰ عورتوں پر ایک عورت اپنی جنس تبدیل کروانا چاہتی ہے،امریکہ میں جنس کی تبدیلی کروانے کے رجحان میں بتدریج ۴۱ فیصد اضافہ ہورہا ہے۔[۱۹] ویلیم انسٹٹیویٹ کی رپورٹ کے مطابق گیری جے گیٹس لکھتا ہے کہ امریکا میں ۲۰۱۱ء تک ۷۰۰۰۰۰ لاکھ تبدیل شدہ جنس کے حاملین ہیں اور ۶ء۵۲ ملین امریکی(۱۱ فیصد آبادی) ہم جنس پرستی میں جاذبیت محسوس کرتے ہیں۔[۲۰]

مغرب کا معاشرہ تو مرد و زن مخنث بالفاظ دیگر مساوات کے فرسودہ تصور سے اتنا آگے نکل گیا ہے کہ فیس بک نے مغرب کے صارفین کے لیے اپنی جنس ظاہر کرنے کے لیے مرد و زن سمیت پچاس سے زیادہ درج ذیل جنسی اقسام کو بطور آپشن فیس بک میں متعارف کروادیا ہے۔[۲۱]

اسی طرح اگر دنیا کے تمام لوگ مساوی ہیں تو پھر سرحدیں کیوں ہیں؟ قومی ریاستیں کیوں ہیں؟ پہلے جب عیسائیت و اسلام کی حکمرانی تھی سرحدوں پر کوئی پابندی نہیں تھی۔مساوات کے فلسفے کے ساتھ ہی عدم مساوات آئی پہلے مساوات کا فلسفہ نہیں تھا تو مساوات تھی۔ مگر منشور میں یکساں مساویت کا ہی فروغ ہے۔ پیٹر سنگر، جان رالس کے حوالے سے ذکر کرتا ہے کہ مساوات کا کم از کم پیمانہ یہ ہی ہوسکتا ہے کہ تمام لوگوں کے مفادات پر مساوی طور پر غور کیا جائے۔[۲۳]

عصرِ حاضر میں اب خود مساوات کے تصور پر مغرب میں سوال اُٹھائے جارہے ہیں اور تصور مساوات اپنا علمی جواز کھوتا جارہا ہے۔ڈینیس روشن خیالی کے دور کے متعلق لکھتا کہ عقلیت کا دور، دورِ مساوات نہیں تھا صرف کچھ معاشرتی انصاف، غلامی کے مسئلے پر سوال اُٹھائے گئے۔[۲۴] نوبل انعام یافتہ ماہر معاشیات امریتا سین لکھتا ہے کہ انسانی مساوات کے طاقتور بیانات اکثر اختلافات سے توجہ موڑنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔اس طرح کے بیانات کہ تمام انسان پیدائشی طور پر مساوی ہیں کو عقیدہ مساوات انسانی کا حصہ بنانے کے لیے استعمال کیا جاتاہے۔[۲۵]

ہائیک لکھتا ہے کہ آزادی کی جدوجہد کا عظیم مقصد مساوات کا قبل از قانون ہونا ہے۔لبرٹی ریاست سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ تمام لوگوں سے یکساں و مساوی برتاؤ کرے یہ دلیل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کے لوگ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں مگر یہ ایک مفروضہ کی بنیاد پر تمام پیمائش کرتے ہیں مساوات قبل از قانون ہے کہ لوگوں کو یکسا ں سمجھا جائے اس حقائق سے کینہ کرتے ہوئے کہ لوگ مختلف ہوتے ہیں۔یہ تصور کہ تمام لوگ مساوی طور پر یکساں پیدا ہوتے ہیں سچ نہیں ہے۔اگر لوگوں کو مساوی کے طور پر یکساں برتاؤ کیا جائے تو نتیجے میں لوگ حقیقتاً عد م مساوات اختیار کرجائیں گے۔ان میں مساوی حیثیت کا ایک طریقہ ہے کہ انھیں ایک دوسرے سے مختلف سمجھتے ہوئے برتاؤکریں۔[۲۶]

امریکن پولیٹیکل سائنس ایسوسی ایشن کے سابق صدر پروفیسر ڈاہل کے خیال میں اگر مساوات کو معیار بنایا جائے تو یہ ہر جگہ کارآمد نہیں ہوگا۔وہ مثال پیش کرتے ہیں کہ اگر ڈاکٹر جونز، نرس سمیتھ اور ایک غریب مسٹر گرین، ان تینوں کو اوپن ہارٹ سرجری کی فوری ضرورت ہے تو آپریشن کے کمرے میں تصور سیاسی مساوات کو مسترد کردیا جائے گا۔[۲۷] ڈویگلس رائی کہتا ہے کہ مساوات کے خلاف کوئی حکم، کارکردگی اور آزادی سے زیادہ مخالف شے خود ''مساوات'' ہے۔[۲۸]

یوں دیکھا جائے تو مغرب کا یہ غیر اسلامی تصور صرف دینی اعتبار سے ہی غلط نہیں بلکہ منطقی اعتبارسے بھی ناقابل عمل ہے۔ اسلام نے جیتنے بھی اصول دیئے ہیں وہ نہ صرف درست بلکہ منطقی اعتبارسے بھی قابل قبول ہیں مثلاً والدین کامقام اولاد سے کہیں برتر ہے،ظاہر ہے کہ ایک عورت بطور ماں جب اپنی بیٹی کی پرورش کرتی ہے، خود مشقت اٹھاتی ہے اور بیٹی کو آرام و سکون اور ہر شے جس کی وہ محتاج ہوتی ہے، فراہم کرتی ہے، اس کے لیے وہ بے مثل قربانی دیتی ہے، وہ بیٹی بڑی ہوکر بھی مساوات کے تحت ماں کے برابر نہیں ہو سکتی، ماں کے مقام کو کبھی نہیں پہنچ سکتی، اسی لیے عورت کی اس قربانی کے بدلے اسے ماں کا تقدس دیا گیا اور اس کے پیروں تلے جنت ہونے کا درس دیا گیا۔اسلام کے تحت یہی انصاف ہے کہ ماں کا مقام بیٹی یا اولاد سے کہیں زیادہ ہو۔اسی طرح والدین کا رتبہ اولاد سے کہیں افضل قرار دیا گیا ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ اے خدا کے رسول ﷺ، میرے لیے حسن صحبت کا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حق دار کون ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ماں۔ اس نے کہا کہ اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھاری ماں۔اس نے کہا کہ اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں، اس

نے کہا کہ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہارا باپ۔ایک اور حدیث کے مطابق "بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔اور انبیاء نے اپنے ورثہ میں دینار و درہم نہیں چھوڑا انھوں نے تو اپنا ورثہ علم کو چھوڑا ہے تو جو اس کو لے اس کو گویا بہت بڑا حصہ مل گیا"۔[۲۹] یعنی انبیاء کے وارث ہونے کا شرف صرف علماء ہی کو حاصل ہو سکتا ہے۔کسی اور کو نہیں، گویا عام مومن بھی علماء کے برابر نہیں۔اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ "قوم کی امامت کرے گا وہ جو کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھنے والا اور اس کا بہتر پڑھنے والا ہو گا پھر اگر وہ علم قرآن اور اس کی قرأت میں برابر ہوں تو وہ جوان میں سنت کا علم سب سے زیادہ رکھنے والا ہو پھر اگر سنت کے علم میں سب برابرہوں تو و جو ان میں اسلام کے معاملے میں سب پر مقدم ہو۔اور کوئی شخص کسی دوسرے کی امامت نہ کرے اس کے حلقۂ اقتدار اور حلقۂ اثر میں۔اور کوئی شخص کسی دوسرے کے گھر میں اس کی خاص نشست پر نہ بیٹھے۔"[۳۰] اس حدیث کے مطابق بھی قوم کی امامت کے لیے تمام ایمان رکھنے والے برابر نہیں بلکہ امامت کے اہل صرف وہ ہیں جو کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھنے والا اور اس کا بہتر پڑھنے والا ہو گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ "تمہارے لیے اذان دیں وہ جو تم میں دین و اخلاق میں سب سے بہتر ہوں اور تمہاری امامت کریں جو تم میں علم قرآن میں سب سے بڑھے ہوئے اور اس کو سب سے اچھا پڑھنے والے ہوں"۔[۳۱] یہاں اذاں اور امامت کے لیے بھی سب مومن کو مساوی قرار دینے کے بجائے ترجیحات بیان کیں گئیں ہیں۔ایک اور حدیث کے مطابق "قبر کھودو، خوب کشادہ کھودو اور خوب اچھی کھودو اور دفن کردودو کو اور تین کو ایک ہی قبر میں اور آگے رکھو ان میں اس کو جو علم قرآن میں سے سب سے زیادہ ہو۔راوی کا کہنا ہے کہ میرے والد کا انتقال ہوا تو ان کو دو آدمیوں سے آگے رکھا گیا۔اس لیے کہ وہ علم قرآن میں سب سے زیادہ تھے"۔[۳۲] گویا انسان مرنے کے بعد بھی اپنے اعمال کے سبب ایک دوسرے کے مساوی نہیں بلکہ رتبہ میں ایک دوسرے سے آگے ہے۔یوں یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام نے محض ایمان لانے کے بعد سب کو مساوی مقام و رتبہ نہیں دیا، ہر مومن اپنے اعمال کے سبب دوسرے سے مختلف ہے۔

اسی طرح اسلام میں عورت کے نان نفقہ کی ذمے داری مرد پر ڈالی گئی تو وراثت میں مرد کے حصے کو عورت کے حصے سے زیادہ قرار دیا گیا، یہاں مرد اور عورت کے مختلف رشتوں کو برابر کا حصے دار نہیں بنا یا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے، "ہدایت کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں، مرد کا

حصہ برابر ہے دو عورتوں کے حصے کے پھر اگر وارث ہوں صرف لڑکیاں ہی دو سے زیادہ تو ان کے لیے ہے دو تہائی پورے ترکہ کا۔[۳۳]

عصر حاضر میں تصورِ مساوات اسلامی علمیت میں ایک اہم جگہ بنا چکا ہے جس کے لیے خصوصاً حجۃ الودع کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ اسلامی علمیت کا مطالعہ کریں تو صورتحال اس برعکس نظر آتی ہے مثلاًایک مسلمان مستقل اپنے تقوی میں اضافہ کرتا رہے تو اللہ تبارک تعالی کے نزدیک اس کا مرتبہ بھی بلند سے بلند ہوتا رہتا ہے۔ امام غزالیؒ کے نزدیک سب مسلمان تو درکنار، تمام انسان بھی مساوی و برابر نہیں ہیں۔ لہٰذا امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”میری امت کے دو آدمی نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کا رکوع اور سجود ایک ہوتا ہے، مگر ان دو نمازوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے (اس میں خشوع کی طرف اشارہ ہے، مزید فرمایا ”کئی کھڑے ہونے والے (نماز میں) ایسے ہیں کہ جن کو قیام کرنے میں تھکاوٹ کے سوا کچھ نہیں ملتا۔“ آپ ﷺ نے اس سے غافل نمازی مراد ہے۔ مزید فرمایا کہ ”نماز میں بندے کو (اسی قدر) اجر ملے گا جس قدر وہ سمجھا (یعنی دھیان رکھ کر نماز پڑھی)۔ امام غزالیؒ ایک قول نقل فرماتے ہیں نماز پڑھنے والے بہت ہیں اور نماز میں خشوع کرنے والے کم ہیں حج کرنے والے بہت ہیں مگر حج مبرور والے کم ہیں، پرندہ بہت ہیں عندلیب کم ہیں، عالم بہت ہیں عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔[۳۴]

آپؒ لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں میں ازخود سمجھنے کی صلاحیت ہوتی ہے، بعض لوگ تعلیم و تنبیہ سے سمجھ جاتے ہیں اور بعض لوگ تنقید و تعلیم سے بھی نہیں سمجھ پاتے، اس کی مثال زمین کی ہے، زمین بھی تین طرح کی ہوتی ہے ایک تو وہ جس میں پانی جمع ہوتا ہے اور اس سے چشمہ ابلنے لگتا دوسری قسم وہ ہے جس میں کنواں کھودنے کی ضرورت ہوتی ہے اس کے بغیر پانی نہیں نکلتا، تیسری قسم کی زمین وہ ہے جسے کھودنے سے بھی پانی جاری نہیں ہوتا کیونکہ زمین کے جواہر اپنے اوصاف میں مختلف ہوتے ہیں یہ ہی حال نفوس اور قوت عاقلہ کا ہے یہ بھی لوگوں میں کم یا زیادہ ہوتی ہے اس حوالے سے حدیث کا اقتباس ہے کہ فرشتوں نے خدا تعالیٰ سے عرض کیا اے اللہ! کیا آپ نے عرش سے عظیم تر بھی کوئی چیز پیدا کی ہے؟ فرمایا: ہاں عقل! عرض کیا، عقل کی مقدار کتنی ہے؟ فرمایا اس پر تمہارا علم محیط نہیں ہوتا کیا تم ریت کے ذرات کی تعداد جانتے ہو؟ عرض کیا: نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ریت کے ذرات کو بقدر عقل کی قسمیں بنائی ہیں، بعض لوگوں کی ایک رتی مٹی، بعض لوگوں کو دو، بعض کو

تین اور بعض کو چار، بعض لوگوں کو ایک فرق (آٹھ سیر کے بقدر) عطا ہوا ہے، بعض ایک دسق (اونٹ کے بوجھ کے برابر) ملا ہے، اور کسی کو اس سے بھی زائد عنایت ہوا۔(۵۳)آپؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آوازیں آپس میں مختلف اور جدا جدا رکھیں اور اسی طرح ایک شکل دوسری شکل سے مختلف رکھی تاکہ شناخت میں آسکے۔[۳۶]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو عادتیں مردوں کے حق میں بری سمجھی جاتی ہیں وہ عورتوں کے حق میں اچھی ہیں۔ مثلاً بخل، تکبر اور بزدلی، اس لیے عورت بخیل ہوگی تو اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی اور موقع بے موقع ضائع کرنے سے گریز کرے گی، مغرور ہوگی تو دوسرے لوگوں کو اپنی نرم اور شیریں گفتاری سے متاثر نہ کرسکے گی۔ بزدل ہوگی تو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ رکھے گی اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کی کوشش کرے گی۔[۳۷] (ایسے معاملات میں صرف امام غزالی کی کتاب کا نام لکھنا کافی نہیں۔ بلکہ بنیادی حوالے کا ہونا ضروری ہے۔ مدیر) انسان ہمیشہ سے زمان اور مکان کا تابع ہے مکان کی حالت بھی زمانہ کے ساتھ بدلتی رہتی ہے اور زمانہ حرکات ملک کے سب سے مدام تغیر میں ہے اور حرکاتِ فلک بھی اپنی نظیرات اور تاثیرات کے اعتبار سے ایک حالت پر قائم نہیں ہے نہ ان کا حدود حصر ہوسکتا ہے۔ ایک چیز ایک وقت میں نفع دیتی ہے اور وہی چیز دوسرے وقت نقصان پہنچاتی ہے کسی وقت دوا کا کم کھانا فائدہ پہونچاتا ہے اور کسی وقت نہیں پہونچاتا۔[۳۸]

انسانی مزاجوں میں بھی بہت تفریق ہے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ دبلے پتلے آدمی کو پسینہ نہ آنا چاہیے اور جو آدمی فربہ اور چکنا ہو اس کو پسینہ آنا چاہیے، غسل کے بعد صفراوی مزاج کو شربت انار استعمال کرنا چاہیے، سرداولیٰ مزاج سکنجبین کو نوش کرے، دموی مزاج والا شربت آلو بخارا نوش کرے، اور بلغمی مزاج والا صرف شربت نوش کرے۔ گرم مزاج والے کو عود، عنبر، کافور اور صندل استعمال کرے اور مشک سے ہر چیز۔[۳۹] بدن کی نبض کے احوال وقت اور عمر کی حیثیت سے مختلف ہوتے ہیں یعنی بچپن اور جوانی اور بڑھاپے میں مختلف ہوتے ہیں۔ نیز مرد اور عورت کی نبض ضعف اور قوت کے ساتھ مختلف ہوتی ہے۔[۴۰]

چار سمت میں سے ایک سمت یعنی جانب قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے اس لیے تمام نیک کاموں میں مثلاً ذکر الٰہی، تلاوت، وضو، دعا، نماز وغیرہ میں قبلہ سمت رخ کیا جائے۔ اسی طرح اللہ نے داہنی جانب کو بائیں جانب پر شرف بخشا ہے ہر اچھے کام دائیں ہاتھ سے مثلاً کھانا، قرآن پاک کا اٹھانا،

مصافحہ کرنا اور میلے کام بائیں ہاتھ سے مثلاً استنجا کرنا، وضو میں ناک صاف کرنا، کپڑے پہنتے وقت اول دائیں طرف، جوتا دائیں جانب، مسجد میں داخلے کے وقت داہنا پاؤں پہلے داخل کیے جائیں اور نکلتے وقت بایاں پاؤں، باہر نکالا جائے۔ الغرض ہر شے کے مرتبے کا خیال رکھنا عدل اور انصاف کہلاتا ہے۔ اور یہ ہی حفیظ مراتب ہے۔"[۴۱]

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیا کے تمام شہر مساوی ہیں؟ کیا کسی ملک کے اندر تمام شہر، ترقی میں، آبادی میں، تعلیم میں، روزگار میں، سہولیات میں، بیماریوں و جرائم میں مساوی ہوتے ہیں؟ کیا تمام دنیا کے شہر تقدس میں مکہ اور مدینہ کے مساوی ہیں؟ دنیا میں ہزاروں قبرستان ہیں کیا مکہ اور مدینہ میں موجود قبرستان جنت البقیع اور جنت المعلیٰ کی طرح تمام دنیا کے قبرستان بھی مساوی تقدیس کے حامل ہیں؟ جب کسی شے مساوات نہیں تو درجہ بندی لازمی ہوتی ہے چاہے اسے مانے یا نہ مانے، حقیقت میں معاشرت حفظ مراتب پر ہی منحصر ہوتی ہے۔ حفظ مراتب کے بغیر معاشرہ ایک انارکی پر مبنی معاشرہ ہی ہوسکتا ہے۔

امام غزالیؒ تقویٰ کے چار درجہ بیان فرماتے ہیں جو کہ ایک دوسرے کے مساوی نہیں بلکہ ان میں حفظ مراتب ہے۔ پہلا درجہ مومنین کا تقویٰ ہے دوسرا درجہ صلحاء کا تقویٰ، تیسرا اتقیاء کا تقویٰ اور چوتھا اور سب سے بلند درجہ صدیقین کا درجہ۔"[۴۲] ان تقوؤں کے درجوں کے حفظ مراتب دراصل ایک مسلمان کے حفظ مراتب ہیں کہ تمام مسلمان برابر نہیں ہوتے بلکہ جس قدر وہ شریعت کو خود پر نافذ کرکے اپنی آزادیاں ختم کرتا جاتا ہے تو وہ عبدیت میں بلند مقام حاصل کرتا جاتا ہے مسلمان سے مومنین۔ مومنین سے صلحاء اور پھر اتقیاء، اور پھر صدیقین کا مقام ملتا ہے۔ اسی طرح کہیں مسلمان عبدیت میں بلند مقام حاصل کرکے زاہد بنتا ہے تو کہیں عارف، کہیں ساجدین تو کہیں مجاہدین تو کہیں اللہ کے دوست بن کر ولی کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا "تمام دنیا کے ایمان کو ابوبکرؓ کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر ہی کا ایمان وزنی رہے گا۔"[۴۳] حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری گردن اڑادی جائے تو یہ مجھ کو اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اس گروہ پر حاکم بنوں جس میں ابوبکرؓ موجود ہوں۔"[۴۴]

ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "وہ ہی ذات پاک ہے جس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے اور تم میں سے ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے ہیں تاکہ جو کچھ تم کو دیا

ہے اس میں تمہاری آزمائش کریں۔ اللہ فرماتا ہے کہ "ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے بعض ان میں سے وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا اور بعض وہ ہیں جن کے درجے بلند کیے ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء گزرے ہیں جن میں صرف تین سو تیرہ رسول ہیں اور ان رسولوں میں سے بھی اولوالعزم رسولوں میں مخصوص چھ (حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ) ہیں۔"[45]

اگر شریعت کا جائزہ لیں اور ان میں استعمال ہونے والی اصطلاحاتیں جو انسانوں سے مخصوص ہیں جمع کریں تو بالکل واضح ہوجائے گا اسلام میں انسان کی کتنی اقسام ہیں۔ ذمی، کافر، منافق، مشرک، یہود و نصار، فاسد، مسلمان، مومن، ولی اللہ، تبع تابعین، تابعین، صحابہ، نبی، رسول، الوالعزم رسول وغیرہ)۔ اولاد آدم کو مختلف سفید، سیاہ، نرم، غمگین پیدا کیا۔ ان میں سے بعض مومن، بعض کافر، بعض عالم ہیں اور بعض جاہل حالانکہ یہ سب حضرت آدمؑ کی نسل سے ہیں پاک ہے وہ ذات کہ اس نے کس خوبی کے ساتھ ہر مخلوق پیدا فرمائی۔"[46]

مسلم معاشروں میں یہ تصور بھی نمایاں ہوتا جارہا ہے کہ مذہب کے لحاظ سے تو بحیثیت مسلمان اور غیر مسلم اگرچہ مساوی نہیں ہیں مگر بحیثیت انسان سب مساوی ہیں کیونکہ سب اولاد آدم ہیں۔ لہذا تمام بنی نوع انسان کے مسلم و غیر مسلم حضرت آدمؑ کے بچے ہیں۔ اس لہذا سے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور مساوی ہیں۔ لہذا مسلم و غیر مسلم کی تفریق ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس حوالے امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ بنی آدم کا اطلاق کل آدمیوں پر نہیں ہوسکتا صرف اس پر ہوسکتا ہے جس میں وہ آدمیت پائی جائے جو آدمؑ میں تھی یعنی اِسطفااور خو اور ذلت پر رونا خدا سے ڈرنا اور اسی کی طرف رجوع کرنا اس کی طرف قرار پکڑنا جھوٹ بولنے سے محفوظ رہنا، حق کو باطل پر ترجیح دینا جس میں یہ باتیں ہوں وہی آدم میں سے ہے اور جس میں نہ پائی جائیں وہ نہیں ہے بلکہ شیطان بصورت انسان ہے ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں۔ جو حق و باطل میں تمیز نہیں کرسکتے بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔" اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں کہ "جانوروں سے بھی بدتر خدا کے نزدیک وہ گونگے بہرے لوگ ہیں جو حق و باطل کی عقل نہیں رکھتے۔" یعنی اللہ تعالیٰ ان آیات میں اس بات کی تصریح فرمائی کہ بعض انسان جانوروں کے شمار میں ہیں۔[47]

یوں یہ اسلامی اصول مغرب کے تصور مساوات کے برعکس ہے مگر انصاف کے عین قریب ہے کیونکہ مرد پر معاشی ذمے داریوں کا بوجھ بھی زیادہ ڈالا گیا ہے۔غرض ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ جن میں اسلام نے مطلق مساوات کو رد کرتے ہوئے مرد اور عورت کے مقام اور ذمے داریوں کا تعین کیا ہے جو کہ قرین انصاف بھی ہے اور غور کیاجائے تو منطقی اعتبار سے بھی بالکل درست ہے جبکہ مغرب کا پیش کردہ تصور مساوات قطعی طور پر تضادات اور تغیرات کا شکار ہے جس کا منطقی طور پر بھی کوئی جواز نظر نہیں آتا۔

مراجع وحواشی

۱۔ Vesey, G., and P. Foulkes (1994), "Collins Dictionary of Philosophy", Harper Collins Publishers, London, pp.104

۲۔ Douglas, Lummis, C. (1993), "Equality", (Ed. Wolfgang Sachs, Witwatersrand University Press, Johannesburg, pp.39

۳۔ Sen, Amartya (2011), "Inequality Reexamined", Oxford University Press, India, Edition 16th, pp.ix,24,28,33

۴۔ Warburton, Nigel (2006), "Philosophy: The Basic", Routlede, London, Ed. 2nd, pp.6

۵۔ Critics, Basil Friedrich,Hayek A.(1984), "Equality", Value and Merit", Ed. Sandel, Michael J., Liberalism and its Blackwell Oxford, pp.81

۶۔ Honderich, Ted, (Ed.) (1995), "The Oxford Companion to Philosophy", Oxford University Press, Oxford, pp.375

۷۔ Boring, Edwin G.,Herbert S. Langfeld, and Harry P.Weld (1951), "Foundation of Psychology", John Wiley & Sons, Inc USA, pp.413-422 Digitalized by the Internet Archive, (2010), [June 14, 2011] http://archive.org/stream/foundationsofpsy00borifoundationsofpsy00bori_djvu.txt

۸۔ Munzer, Stephen, R.(1990); "A Theory of Property, Cambridge Studies in Philosophy and Law", Cambridge University Press, pp.37,41-44, & Australia,: Williams, Robert, R; "Beyond Liberlism and Communitarians" "Studies in Hegel's Philosophy of Right", State University of New York Press, Albany, 2001, pp.117-118 & Hyde, Alan (1997,), "Bodies of University Press, UK, pp.41,54-62,97-99 Law", Princeton

۹۔ Sen, Amartya; pp.20,117,123,125-7 ۱۰۔ Ibid, pp.xi,1,3,21-22 ۱۱۔ Warburton, Nigel, pp.66

۱۲۔ Sen, Amartya, p23,91 ۱۳۔ Warburton, Nigel, p66 ۱۴۔ Boring, pp.490,499

۱۵۔ Singe, Peter (1999), Practical Ethics, Cambridge University Press, United Kingdom,pp.17

۱۶۔ Ibid, pp.20 ۱۷۔ Honderich, pp.248 ۱۸۔ Boring, pp.488,503

۱۹۔ http://en.wikipedia.org/wiki/Transsexualism [September 22, 2011] https://answers.yahoo.com/question/index?qid=20081111174451AACwqWk [September 22, 2011]

۲۰۔ http://williamsinstitute.law.ucla.edu/research/census-lgbt-demographics-studies/how-many-people-ar e-lesbian-gay- http://www.timesunion.com/local/article/Transgender-by-the- [and-transgender/Gary J. Gates, [April 13,2011-bisexual Transgender: By the numbers [December 5, 2011] numbers2342726.php

۲۱۔ http://rewritingtherules.wordpress.com/2014/02/15/57-genders- and-none-for- me-reflections-on-the-new-facebook- [gendercategories/ [Februry 27, 2014] ۲۲۔ Singe, pp.23

۲۴۔ Woburn Press, London, pp.90 Lawton, Denis and Peter Gordon (2005), "A History of Western Educational Ideas",

۲۵۔ Sen, pp.1 ۲۶۔ Friedrich, pp.82-80

۲۷۔ Dahl, Robert A.(1990), "After the revolution? Authority in a Good Society", Yale University Press, London, pp.10

۲۸۔ Douglas, Rae, et al., pp.23

۲۹۔ ابن ماجہ باب فضل العلمائ والحث علی طلب العلم، ترمذی جلد ۲، ابواب العلم بان ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ۔ ابوداؤد۔ جلد ۲، کتاب العلم باب فضل العلم، نیز بخاری جلد ا، کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل تعلیقا

۳۰۔ مسلم جلد ا۔ کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ۔ باب مناحق بالامانۃ۔ ابوداؤد جلد ا، کتاب الصلوۃ۔ باب من احق مالامۃ

۳۱۔ ابوداؤد جلد ا۔ کتاب الصلوۃ۔ حوالہ مزکور

۳۲۔ ترمذی جلد ا، ابواب الجہاد، باب ماجاء فی دفن الشہداء، بخاری جلد ۲، کتاب المغازی باب من قتل من المسلمین یون احد۔ ایضاء بخاری جلد ا۔ کتاب الجنائز باب من یقدم جی الحد، نیز ملاحظہ ہو مسند احمد:۱۹: ۴-۲۰، صحیح مسلم بشرح النودی ۱۲: ۱۰۲ ۳۳۔ سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۱

۳۴۔ غزالیؒ، امام ابوحامد محمد بن (مترجم: مولانا عبدالمجید)، (۲۰۰۶)۔ ''مکاشفات القلوب''، اکوڑہ خٹک، مکتبہ سید احمد شہید، ص:۹۸-۱۰۰

۳۵۔ غزالیؒ، امام ابوحامد محمد بن (مترجم: مولانا ندیم الواجدی)، (۲۰۰۸)۔ ''احیائ العلوم''، جلد اول، کراچی، دارالاشاعت، ص:۹۸، ۱۶۶

۳۶۔ غزالیؒ، امام ابوحامد محمد بن (مترجم: سعد حسن خان یوسفی ٹونکی)، (سن نادارت)۔ ''یہ عجیب دنیا''، لاھور، ادارا سلامیات، ص۵۸

۳۷۔ غزالیؒ، امام ابوحامد محمد بن (مترجم: مولانا ندیم الواجدی)، (۲۰۰۸)۔ ''احیائ العلوم''، جلد دوئم، کراچی، دارالاشاعت، ص:۸۹-۹۰

۳۸۔ غزالیؒ، امام ابوحامد محمد بن (مترجم: مولانا سید حافظ یاسین علی حسنی نظامی)، (۲۰۰۷)۔ ''مجربات امام غزالی''، لاھور، الفیصل ناشران، ص۱۲۳

۳۹۔ ایضاً، ص۱۲۷-۱۲۹ ۴۰۔ غزالیؒ، مجربات، ص۴۳

۴۱۔ غزالیؒ، امام ابوحامد محمد بن (مترجم: مولانا عاشق الہی میرٹھی)، (۲۰۰۵)۔ ''تبلیغ دین''، کراچی، ادارۃ المعارف، ص۹۰

۴۲۔ ایضاً، ص۲۸-۲۹، ۴۰، ۴۴، ۴۷ ۴۳۔ ایضاً، ص۱۲۵ ۴۴۔ ایضاً، ص۲۸۵

۴۵۔ غزالیؒ، مجربات، ص ۲۴۲، ۲۵۴، ۲۵۷ ۴۶۔ غزالیؒ، مکاشفات القلوب، ص۱۴۶ ۴۷۔ غزالیؒ، مجربات، ص۳۱۴